OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

کافراور مشرک رشتہ داروں سے حسن سلوک، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

احتشام الحق

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Abstract

I have described five types of infidels, about which there are different rules in islam. I would like to mention few incidents in which the Prophet (SWS) acted in the case of disbelievers. He will take care of the man of his part in his faction. But if the Prophet of Allah also had to make decisions on the basis of factionalism. I submitted that the Holy Prophet (SWS) has inculcated honesty and justice in his dealings with non-Muslims and has taught morality in every matter. He has taught to strike a balance in dealing with non-Muslims. may Allah Almighty grant us the ability to follow the sunnah of the Prophet in the true sense.

Key Words: Good behavior, Tolerance , Equality, Compassion.

حسن سلوک مسلم معاشرے کا وہ امتیازی خاصہ ہے جو اسے دوسرے مذاہب سے جدا کرتا ہے۔اسلام کی روشن تعلیمات میں معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے ہے، وہ فرد مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ پھر اس کا عملی مظاہرہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کرکے دکھایا جو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کی طویل تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ کو مکی اور مدنی دور میں سخت ازیتیں دیں، صحابہ کرام کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔اسلام قبول کر جانے والے غلاموں کو تختہ مشق بنایا مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ نے نرمی سے جواب دیا اور صحابہ کرام کو بھی اسی نرمی کی تلقین فرمائی۔

بعثت سے قبل اخلاق کریمانہ کے مظاہر

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز فرمایا تھا۔آپ نبوت کے اعلان سے قبل بھی حسن سلوک اور صلہ رحمی کے راستے پر بڑی مضبوطی سے گامزن تھے۔ محتاجوں، مسکینوں اور بے کسوں کی مدد فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مکہ میں حجر اسود کی تنصیب کا معاملہ اٹھا تو سب کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ ﷺ نے نہایت خوش اسلوبی سے یہ معاملہ حل فرمایا اور یوں تنازعہ رفع ہو گیا[1]۔

جب حضور ﷺ کو غار حراء میں نبوت کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا تو گھبراہٹ کے عالم میں آپ اپنی بیوی سیدہ خدیجہ کے پاس آئے اور اس واقعے کا تذکرہ کیا۔اس موقع پر سیدہ خدیجہ نے جن الفاظ سے آپ کو تسلی دی، ان میں

سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں[2]۔

بعثت کے بعد حسن سلوک

رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی سے لے کر گھریلو زندگی تک، ازدواجی زندگی سے لے کر معاشرتی زندگی تک، جہادی زندگی سے لے کر سیاسی زندگی تک، مسلم رشتہ داروں سے لے کر غیر مسلم رشتہ داروں تک، موحدین سے مشرکین تک، آپ کا حسن سلوک دیدنی تھا جو ساری انسانیت کے لیے نمونہ اور رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ بھی آپ کا اخلاق اور حسن سلوک ایک نمونہ تھا۔ آپ ﷺ شب و روز اس کے متعلق فکر مند رہتے تھے کہ کفار اور مشرکین کو کس طرح تباہی سے بچایا جائے؟۔ ان کو جہنم سے بچانے کے لیے آپ جس طرح مشقت سے کام لیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کو تسلی دینا پڑی۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾[۳]

پس کیا تو شدت غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا؟ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔

رسول اللہ ﷺ امت کا سب سے آخری محسن کے طور پر مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی زندگی کا مشن امت کو صراط مستقیم کی دعوت دینا تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والا شخص ہمیشہ آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا، جس طرح چودہ سو سال بعد آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا آپ کی ذات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام جو پہلے یہودی علماء میں نامور مقام رکھتے تھے، روایت کرتے ہیں:

عرفت أن وجهه ليس بوجه كذاب، فكان أول ما قال: يا أيها الناس أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، وصلوا الأرحام،[۴]

(میں نے پہچانا یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اسوقت آپ ﷺ تعلیم دے رہے تھے کہ سلام کو پھیلاو، کھانا کھلاو اور صلہ رحمی کرو)

مشرک رشتہ داروں سے حسن سلوک

قرآن مجید نے رشتوں کا لحاظ رکھنے، رشتوں کو ملانے، جوڑنے اور رشتوں کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس کی تعلیم دی ہے۔ کافر رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام نے مسلمان کو کفر و شرک سے نفرت اور دشمنی کا حکم دیا ہے، مگر کافر اور مشرک کی ذات سے صلہ رحمی، حسن سلوک اور ہمدردی ضروری ہے، تاکہ وہ مسلمان کے اخلاق سے متاثر ہو کر کفر کی ذلت اور شرک کی معصیت سے توبہ کرے اور توحید و سنت کو اپنالے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر سے منقول ہے:

قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: «نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ»[5]

(اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری والدہ آئیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے، جب قریش کے ساتھ صلح معاہدہ ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میری والدہ میرے پاس آئی ہے اور وہ مجھ سے بہتر سلوک کی طلب گار ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرو)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ داروں سے بھی صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات

حضور ﷺ کی سیرت مطہرہ کا نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ساری انسانیت کے ساتھ مساوات، عدل وانصاف، رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے اور مسلم اور غیر مسلم کی غمی اور خوشی میں شرکت کرتے، نیز معاشرے اور سماج میں اگر کوئی شخص بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اور مناسب دعا بھی فرماتے تاکہ ان سے ہمدردی کا اظہار ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کے مکارم اخلاق سے متاثر ہو کر کفر کو خیر آباد کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: «أَسْلِمْ»، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: «الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ»[6]

(ایک یہودی لڑکا حضور ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ جب بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا اسلام قبول کرو، اس نے اپنے والد کو دیکھا تو والد نے کہا ابو القاسم کی اتباع کرو، پس وہ اسلام لے آیا۔ اس پر آپ ﷺ باہر نکلے تو فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے اسے جہنم سے نجات عطا فرمائی)۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ مسلمانوں کے ساتھ کفار کے غم میں بھی برابر کے شریک ہوتے اور ان کی غم گساری فرماتے۔ یہ طرز عمل بلا تفریق رنگ و نسل، زبان و مذہب ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کا کفار کے ساتھ معاشرتی تعلق رشتہ داری کی بنیاد پر ہرگز نہ ہوتا۔ آپ کے ہاں رشتہ کا مقام الگ تھا، آپ تو صرف انسانیت کی بنیاد پر ان سے حسن سلوک سے پیش آتے۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اسی لیے وہ سب یکساں سلوک

کے مستحق ہیں۔اسلام نے اسی وجہ سے اپنے ماننے والوں کو یہی تعلیم دی ہے کہ وہ سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[۷]

(اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو)

اس آیت میں لوگوں سے حسن سلوک کی تعلیم عام انسانوں سے متعلق ہے، وہ مسلمان ہوں یا کافر۔اگر وہ مسلمان ہوں تو ان کے ساتھ اس تعلق کو مزید مضبوط اور گہرا تعلق رکھنے کا حکم دیا گیا۔فرمان خداوندی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[۸]

(بلاشبہ سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں)

حضور ﷺ کے قیدیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ گرفتار ہوئے تو اس وقت آپ نے ان کے متعلق حکم دیا:

هَذَا ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ الْحَنَفِيُّ، أُحْسِنُوا إِسَارَهُ. وَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِهِ، فَقَالَ: اجْمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَكُمْ مِنْ طَعَامٍ[۹]

(یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہیں، اپنے قیدی سے حسن سلوک کرو، پھر آپ اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے اور انھیں حکم دیا کہ آپ کے پاس جو کھانا ہے، ان کے لیے جمع کیا جائے)

غیر مسلموں سے ہدایا قبول کرنا

سیرت رسول ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ غیر مسلموں سے ہدایا قبول فرمایا کرتے تھے۔ان کی دعوت کو قبول کرتے اور ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست بھی فرمایا کرتے تھے۔چنانچہ قبیلہ بنو ثقیف کا وفد جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا، انھیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حکم سے ان کے کھانے پینے کے امور انجام دیتے تھے۔نیز آپ ﷺ غیر مسلموں سے ہدایا قبول فرمایا کرتے تھے۔حضرت انس سے منقول ہے کہ یہودی عورت حضور ﷺ کے پاس بکری کا زہر آلودہ گوشت لے کر آئی، تو آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا کھایا۔وہ گوشت بول پڑا کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔اس کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، تو عورت نے اقرار کیا کہ میں نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس پر قدرت نہیں دے گا۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو منع کرتے ہوئے عورت کو معاف کر دیا[10]۔

سماجی زندگی میں تحائف، ہدایا کے لین دین کی بڑی اہمیت ہے۔اس سے دوستی بڑھتی ہے۔باہمی فاصلے کم ہوتے ہیں۔قلوب کے مابین رنج اور نفرت دور ہوتی ہے۔اسی لیے فرمان رسول ہے:

وتھادوا تحابوا"

(ایک دوسرے سے تحائف کا لین دین کرو، محبت میں اضافہ ہوگا)

یہ حکم عام ہے اور اس سے غیر مسلم خارج نہیں۔اس لیے غیر مسلموں کے ساتھ بھی تحائف کا تبادلہ جائز ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے، جس میں الفت اور انسیت ہے، اس میں انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کے بھی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عیادت کا حکم عام طور پر شریعت میں مستحب ہے، تاہم بعض مواقع پر وجوب کے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔ایک مسلمان کے لیے دوسرے کی عیادت کرنا حق ہے، مگر اس سے بڑھ کر انسانیت کی بنیاد پر بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و ملت، غیر مسلم برادران وطن کی مزاج پرسی بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں۔ اگر اس میں تبلیغ اسلام کی نیت کی جائے تو پھر نور علی نور ہے [۱۲]۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ [۱۳]

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ پر شریعت کامل ہوئی اور آپ کو تمام جہانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں سے افضل قرار دیا تو آپ کے اخلاق، مکارم، شمائل اور رخصائل بھی تمام نبیوں سے افضل بنائے اور ایسی عمدگی کے ساتھ اللہ کے رسول سے ان کا ظہور ہوا کہ ان کی نظیر نہ تو آج تک کائنات میں نظر آئی ہے اور نہ آئندہ آئے گی۔ قرآن مجید نے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ اور حسن سلوک کو سورۃ القلم میں یوں بیان فرمایا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [۱۴]

(بے شک تو عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے۔)

حسن سلوک دینی حمیت کے خلاف نہیں

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دینی غیرت اور حمیت کے لیے حسن سلوک کو کبھی ترک نہیں کیا۔ حسن سلوک بھی اسلام کے دعوتی اسلوب کا ایک حصہ رہا ہے۔اس لیے اسے دینی غیرت و حمیت کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔ حضور ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی بیمار پرسی اور دعوت و تبلیغ کے لیے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ بعض دیندار حضرات اس کو غیرت اور حمیت کا تقاضہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کسی بھی غیر مسلم کے ساتھ میل جول نہ رہے۔ان کا سلوک معاندانہ ہو۔ان کے دل میں گویا غیر مسلموں کے لیے بغض ہوتا ہے۔ بعض افراد حسن سلوک نہ کرنے کو دینی حمیت قرار دیتے ہیں۔ایسے غیر مسلموں کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہو؟ اس کے متعلق قرآن وحدیث سے اسلام کا صحیح موقف پیش کیا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سلسلے میں بعض مسلمانوں میں زبردست قسم کی

غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ کفار کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ مرنے مارنے تک آجاتے ہیں۔ ان کے کفار سے حسن سلوک کی سزاء انھیں بعض اوقات یہ دی جاتی ہے کہ انھیں ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سلادیا جاتا ہے۔ ایسے وقت میں قرآن وسنت کی تعلیمات سے آشنائی وقت کا تقاضہ ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ [۱۵]

(اور ہم نے اولاد آدم کو تکریم عطا کی)

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو معزز اور مکرم بنایا ہے۔ اس لیے اسلامی تعلیم کی روشنی سے ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم انسانیت کی تکریم اور عزت کریں۔ ان کے ادب کا خیال رکھیں۔ کیونکہ ہمارے لیے حضور ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

غیر مسلموں کے جنازے کا احترام

اسلام تو غیر مسلموں کے معاشی، سیاسی، تعلیمی حقوق کا حق دیتا ہے۔ سیرت رسول ﷺ سے اہل ایمان کو غیر مسلموں کے جنائز کا احترام بھی ملتا ہے۔ جو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ انسان دنیا میں سب سے زیادہ انسانیت کے حقوق کا علمبردار ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

مر على رسول الله صلى الله عليه وسلم بجنازة فقام، فقيل له: إنه يهودي، فقال: «أليست نفسا؟» [۱۶]

(یہودی کا جنازہ حضور ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ انسان نہیں تھا؟)

حضور ﷺ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ لین دین کیا کرتے تو ان کے پاس ذرہ رہن رکھوادیتے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

«لَقَدْ رَهَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِالْمَدِينَةِ، فَأَخَذَ لِأَهْلِهِ مِنْهُ شَعِيرًا»

(آپ ﷺ نے مدینہ میں اپنی زرہ یہودی کے پاس رہن رکھوائی تھی، اور گھر کے لیے کچھ جوں وغیرہ اس سے لیے تھے)

اس موقع پر حضور ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کی ذرہ اس یہودی کے پاس تھی۔ اس واقعے سے یہ ادراک کیا جانا مشکل نہیں کہ اللہ کے نبی نے اس سے اہل ایمان کو یہ سبق دیا کہ وہ کفار کے ساتھ دنیاوی امور میں لین دین کر سکتے ہیں۔

غلاموں سے حسن سلوک

رسول اللہ ﷺ ساری انسانیت کے لیے پیغمبر بن کر آئے، اس لیے آپ نے ہمیشہ غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا، بے شک وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔ قدیم زمانہ میں غلامی عروج پر تھی۔ اہل ایمان کو

حکم دیا گیا تھا کہ جو اللہ کا غلام نہیں بنتا، اسے تم اپنا غلام بنالو۔ مگر اس کے باوجود آپ ﷺ ان کے حقوق کا خیال رکھنے کا نہ صرف حکم دیتے بلکہ خیال نہ رکھنے والوں کی سرزنش بھی فرماتے تھے۔ حضرت معرور سے روایت ہے کہ میں نے ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام کو دیکھا کہ دونوں نے سر پر ایک جیسا حلہ پہن رکھا تھا۔ پوچھا گیا تو ابوزر غفاری نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اس غلام کو ماں کے ذریعے عار دلادی، یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا:

إنّك امرؤ فيك جاهليّة[17]

آپ ایسے آدمی ہو، جس میں جاہلی خیالات باقی ہیں۔ گویا اللہ کے رسول ﷺ نے ماتحتوں کے ساتھ بھی بھائیوں جیسا معاملہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر غفاری جیسے جلیل القدر صحابی کو بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ایک غلام کی وجہ سے سرزنش کی۔

حضور ﷺ کی سیرت سارے عالم انسانیت کے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی ساری تعلیمات انسانیت کے ساتھ مشفقانہ رویے پر مبنی ہیں۔ آپ نے بلا تفریق رنگ و نسل، زبان و بیان انسانیت کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا:

أنّ رجلا سأله صلى الله عليه وسلم: أيّ الإسلام خير؟ قال: «تطعم الطّعام، وتقرأ السّلام على من عرفت ومن لم تعرف[18]

(ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول کون سا اسلام بہتر ہے، آپ نے فرمایا: تم کھانا کھلایا کرو اور سلام کیا کرو، جانتے ہو یا نہیں)

اگر ہم موجودہ دور کے مسلم معاشرے کو دیکھیں تو ہمیں مسلمانوں کا معاشرہ اخلاق، سیرت اور کردار سے عاری نظر آتا ہے۔ خاندانی دشمنیاں عروج پر ہیں۔ انسانیت کو دام فریب میں پھنسانے کے حربے بہت عام ہو رہے ہیں۔ لیکن اسلام کی آفاقی تعلیم سے جس اہم پہلو کی طرف راہنمائی ملتی ہے، وہ حسن سلوک ہی ہے کہ اللہ کے رسول نے کس طرح اپنے جانی دشمنوں سے حسن سلوک کر کے انھیں نہ صرف سزاوں سے بچایا، بلکہ عکرمہ[19]، ابوسفیان، صفوان بن امیہ[20] جیسے افراد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بھی دیا۔ آپ کے حسن سلوک سے جو معاشرہ قائم ہوا، اس کے متعلق سعید بن علی القحطانی لکھتے ہیں:

ذابت عصبيات الجاهلية، فلا حمية إلا للإسلام، وسقطت فوارق النسب واللون والوطن، فلا يتقدم أحد أو يتأخر إلا بمروءته وتقواه[21]

(جاہلی عصبیت پگھل گئی، اب اسلام ہی کے لیے غیرت کی جاتی تھی، نسب، رنگ اور وطن کے فرق مٹ گئے، پس کوئی بھی مقدم، موخر نہ ہوتا مگر اپنے رویے اور تقویٰ کی بنیاد پر)

موجودہ دور میں امت مسلمہ کو جتنی وعیدیں قطع تعلقی کی سنائی جاتی ہیں اور جتنے فضائل صلہ رحمی کے سنائے جاتے ہیں، اتنی ہی یہ امت قطع رحمی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ قطع رحمی مسلم معاشرے کا محبوب مشغلہ بنتا جا رہا ہے۔ معمولی سی باتوں پر رشتہ دادروں سے دوری معمول بنتی جا رہی ہے۔ برس ہا برس تک ایک بھائی دوسرے بھائی کا منہ دیکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ عفوودر گزر سے کام لے کر صلح پر آمادگی کسی جانب دکھائی نہیں دیتی۔ ایسے حالات میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے، عفوودر گزر کو لازم پکڑے اور قطع رحمی سے پرہیز کرے۔ اچھے اخلاق اپنائے کیونکہ اچھے اخلاق کے متعلق فرمان رسول ﷺ ہے:

إن المؤمن ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم[۲۲]

(بے شک مومن اچھے اخلاق کی بدولت روزہ دار اور نمازی کے مقام کو پا لیتا ہے)

حسن سلوک وسعت رزق کا ذریعہ

صلہ رحمی یعنی اور حسن سلوک انسانی تکریم کا اقرار اور انسانیت کی خدمت کا ایک طریقہ ہے جو وسعت رزق کا ذریعہ کہا گیا ہے۔ فرمان رسول ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[۲۳]

(جو چاہے کہ اس کا رزق کشادہ کر دیا جائے یا اس کے نامہ اعمال سے گناہ مٹا دیے جائیں، تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے)

حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اہل ایمان کو صلہ رحمی کی تلقین فرمائی ہے اور اسے رزق کی کشادگی اور سیئات کے مٹانے کا سبب قرار دیا ہے۔ برابر ہے کہ صلہ رحمی کیا جانے والا شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

سیرت النبی سے ایک مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں دیانتداری، عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے۔ معاملات میں توازن رکھے۔ اخلاقیات کی پاسداری کرے اور صلہ رحمی کو اپنا شعار بنائے۔

حوالہ جات وحواشی

[۱]۔ الازھریؒ، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، ضیاالقرآن پبلی کیشنز لاہور، ج ۲، ص ۱۵۲

[۲]۔ ابن حبان، محمد بن حبان بن إحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التمیمی، إبو حاتم، الدارمی، البُستی، (المتوفی: ۳۵۴ھ-)، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ—بیروت الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۱۴—۱۹۹۳، ج ۱، ص ۲۱۶، رقم الحدیث ۳۳،

[۳]۔ سورۃ الکھف ۶: ۱۸

[۴]۔ المبارکفوری، صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، (المتوفی: ۱۴۲۷ھ-)، الناشر: دار العصماء—دمشق، الطبعۃ: الأولى-۱۴۲۷، ج ۱، ص ۱۲۸

[۵]۔ البخاری، محمد بن إسماعیل إبو عبداللہ البخاری الجعفی، الجامع المسند الصحیح المختصر من إمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وإیامہ، الناشر: دار طوق النجاۃ الطبعۃ: الأولى، ۱۴۲۲ھ-، ج ۳، ص ۱۶۴، رقم الحدیث: ۲۶۲۰

[۶]۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من إمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وإیامہ = صحیح البخاری، محمد بن إسماعیل إبو عبداللہ البخاری الجعفی، الطبعۃ: الأولى، ۱۴۲۲ھ، ج ۲، ص ۹۴، رقم الحدیث ۱۳۵۶،

[۷]۔ سورۃ البقرۃ ۲: ۸۳

[۸]۔ سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۰

[۹]۔ ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن إیوب الحمیری المعافری، إبو محمد، جمال الدین (المتوفی: ۲۱۳ھ-)، السیرۃ النبویۃ، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی وإولادہ بمصر الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ-- ۱۹۵۵م، ج ۲، ص ۶۳۸

[۱۰]۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، باب قبول ہدایا من المشرکین، ج ۲، ص ۹۲۳ رقم الحدیث ۲۴۷۴

[۱۱]۔ احمد بن حنبل، ،إبو عبد اللہ إحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن إسد الشیبانی (المتوفی: ۲۴۱ھ-)، مسند الإمام إحمد بن حنبل، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولى، ۱۴۲۱ھ-- ۲۰۰۱م، ج ۲۰، ص ۳۴۱، رقم الحدیث ۱۳۰۴۵

[۱۲]۔ ابن حجر، امام ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح بخاری، ج ۱۱، ص ۳۱، رقم الحدیث ۱۳۰۱۲

[۱۳]۔ سورۃ الانبیاء ۲۱: ۱۰۷

[۱۴]۔ سورۃ القلم ۴: ۶۸

[۱۵]۔ سورۃ الاسراء ۱۵: ۷۰

[۱۶]۔ النسائی، إبو عبد الرحمٰن إحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، (المتوفی: ۳۰۳ھ)، المجتبى من السنن، السنن الصغری للنسائی، الناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیۃ—حلب، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۰۶—۱۹۸۶،، ج ۴، ص ۴۵، ص ۱۹۲۱

[۱۷]۔ زواوی، ،إحمد بن عبد الفتاح، شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الناشر: دار القمۃ—الإسکندریۃ، ج ۱، ص ۳۸۰

[۱۸]۔ الحمیری، محمد بن عمر بن مبارک الحضرمی الشافعی، الشہیر ب-«بَحْرُق» (المتوفی: ۹۳۰ھ-)، حدائق الأنوار ومطالع الأسرار فی سیرۃ النبی المختار، الناشر: دار المنہاج—جدۃ، الطبعۃ: الأولى-۱۴۱۹ھ، ج ۱، ص ۵۰۲

[19]۔ عکرمہ بن ابی جہل عرب کے ان لوگوں میں سے ہیں جو ۸ھ میں اسلام لائے۔ قبل ازیں دو ہجری کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف ہر مہم اور سازش کا حصہ رہے۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد وفادار جانثار کا کردار ادا کیااور مشہور ہے کہ آپ کی وفات جنگ یرموک یا بعض کے مطابق فحل میں ہوئی۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۶۵

[20]۔ صفوان بن امیہ بن خلف، فتح مکہ کے موقع پر اولا بھاگے، پھر آکر مسلمان ہوگئے۔ پھر مسلسل مکہ میں مقیم رہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ ۴۱ھ میں وفات پائی۔ وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو: سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۳۳

[21]۔ رحمۃ للعالمین، سعید بن علی بن وہف القحطانی، ج ۱، ص ۱۱۲، الناشر: الکتاب منشور علی موقع وزارۃ الأوقاف السعودیۃ بدون بیانات

[22]۔ التعلیق علی الرحیق المختوم، المؤلف: إبو عبد الرحمٰن محمود بن محمد الملاح، ج ۱، ص ۲۰۲، تَقْدِیم: فَضِیلَۃ الشّیخ عبد اللہ بن مانع الروقی، الناشر: الدار العالمیۃ للنشر والتوزیع، الإسکندریۃ- جمہوریۃ مصر العربیۃ، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۳۱ھ-- ۲۰۱۰م

[23]۔ الجامع المسند الصحیح المختصر من إمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وإیامہ، الناشر: دار طوق النجاۃ (مصورۃ عن السلطانیۃ بإضافۃ ترقیم ترقیم محمد فؤاد عبد الباقی)، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۲ھ، ج ۵، ص ۳۶، رقم الحدیث ۲۰۶۷